

فلسفہ زندگی

تصنیف

آیۃ اللہ العظمیٰ حکیم الامت علامہ ہندی سید احمد نقوی

ناشر

نور ہدایت فاؤنڈیشن

حسینیہ حضرت غفران مآب، مولانا کلب حسین روڈ، چوک،

لکھنؤ-۲۲۶۰۰۳ (یو۔ پی)۔ انڈیا

Noor-e-Hidayat Foundation

Imambara Ghufraanmaab, Maulana Kalbe Husain Road,

Chowk, Lucknow-3 INDIA

Website: www.noorehidayatfoundation.org

www.naqeeblucknow.com

E-mail: noorehidayat@gmail.com, noorehidayat@yahoo.com

Ph:0522-2252230 Mob :08736009814,09335996808

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله

والصلاة والسلام على من لا نبي بعده

وبعد

فإنما أريد أن أذكر

بعض ما ورد في كتاب

الشيخ الفاضل

رحمته الله

في تاريخه الطيب



۲۹۴۰

۱۰۴

فلسفہ زندگی

دنیا پر، بعد و پیشواؤں کی زندگی رہا ہے نہ ان کے اسنے
والوں کی کسی کو کیا حق ہے جو دوسروں کے انتخاب و پسند کی
خود گیری کرے۔ لیکن شیعوں کے نقطہ نظر سے حقیقی رہبر و پیشوا وہ
ہے جس کے فلسفہ زندگی کا عام انسانوں پر پورا اثر پڑے، اور عالم بھر
کے لیے اس کی افادیت یکساں ہو۔ انسانی جذبات کو اسکا رہنے میں پوری
قوت رکھنا ہو۔ ہر انسان کو یکساں طاقت دینا ہے۔

تہذیب و شرافت ہر انسان میں پیدا کرنے کی اس میں صلاحیت
ہو۔ انسانی کمزوریوں سے بچا سکے۔ اس کی تعلیم و تہذیب و عظیم ترین
مسائل کے حل کرنے میں مدد دہی کرے۔ ہر انسان کو اسے اہم مقاصد
کے حل کرنے میں طاقت پیدا کرے۔ وہ حقیر شکایات ذاتی کے مٹانے
اور وسیع انسانی پیدا کرنے میں معین ہو۔ میرا استقلال، اختیار و قربانی
کی مکمل تعلیم دے۔

شیعہ، ان خصوصیات کا بعد میں بعد اعلیٰ و آل علیٰ کو مکمل ہونے
 سمجھتے ہیں، اور اختصار سے ان کے اقوال و اعمال کو پیش کر کے عام
 انسانوں کو متوجہ کرتے ہیں کہ ہر شیعہ زندگی کے لئے حیات علی کا ان
 رہبران کامل، ہادیانِ خلق سے پیغام علی حاصل کریں۔

”حضرت علی مرتضیٰؑ کی علمی زندگی ہماری کتاب ”انسانِ انظم“
 اور کتب سیرت و تاریخ میں دیکھو، اور ان کے ارشادات ”تبیح البلاء“
 اور ”دیوانِ علی“ اور کتب تولد و اخلاص و احادیث میں مطالعہ کرو، ہم اس
 موقع پر ”دیوانِ علی“ سے صرف چار شعر نقل کر کے یہ بتانا چاہتے
 ہیں کہ شیعوں کے تمدن کا اساس یہی ہے جو ان اشعار میں ارشاد
 ہوا ہے۔ آپ فرماتے ہیں ۵

دو ازلت فیک و ما تشعیرا و دلائل منک و ما تبصروا
 جس معلم و پیشوا کی یہ تعلیم ہو کہ پروردگار، ایسے، کمزور و جاہل،
 بے خبر و مضطرب و بے چین، نا امید و خائف، حیران و پریشان انسان
 کو تسلی و اطمینان دے۔ پروردگار کو فرصت و ایشاء بخشنے۔

نا امید کی کو کلافانی و کامیابی سے بدل دے۔ کمزور کی وضاحت
 کو قوت و توانائی سے بدل کرے۔ جاہل کو عالم بنا دے۔ سوتوں کو
 جگا کر پوشیا کر دے، مضطرب و بے چین کو مطمئن کر دے، غیر اس سے
 مستغنی و بے نیاز کر دے۔ بیشک یہی رہبرِ کامل اور انسان کے لئے
 ہادیِ حق ہے۔

عمرانیات کے بھی اساس ہیں اور حیاتیات نفسیات کے تمام لوازمات کا اسی پر انحصار ہے جس کو علی بن ابی طالب نے چار شعروں میں ادا کر دیا ہے اور عام انسانیت کو وہ سبق پڑھا رہا ہے جو ہر ایک کے لئے ہر حیوانی و روحانی و اخلاقی و تمدنی و معاشرتی، معیشتی زندگی کے لئے عمل دستور العمل ہے۔

مذکورہ شعر کا حاصل یہ ہے کہ ”غیرے ہر مرض کی دوا تجھی میں موجود ہے لیکن تو سمجھتا نہیں ہے، اور ہر مرض کو تو ہی پیدا کرتا ہے جس کو غور سے تو دیکھتا نہیں ہے“

انسان کے ہر مرض درود کا مادی ہویار و روحانی خود آپس میں متنافی علاج اور صحت بخش و حیات آفرین تدارک موجود ہے جبکہ غافل انسان نہیں سمجھتا، روز اُس کے تمام پید کردہ امراض جو بے احتیاطی اور اصول حفظان صحت کی مخالفت و بے اعتنائی سے پیدا ہوئے ہیں سب کا وہ خود علاج کر کے زوال و مرض کرنے پر قادر ہے، اور صحیح و تندرست بغیر علاج کی مدد کے بن سکتا ہے۔ اور حیاتِ صالح و بقائے صالح کا مالک ہو کر حیاتِ مادی و دانی پاسکتا ہے۔ ”تشعروا“ اور ”تبحروا“ دونوں لفظیں شعر کی جان ہیں۔ ”تشعروا“ علوم نظریہ کی تحصیل اور ”تبحروا“ علوم تجربیہ کی طرف اشارہ ہے۔

بے علمی، جهالت، اور اذہن ہی تمام امراض روحانی و مادی کی

تخلیق کرتے ہیں، اور جہاں علم و شعور، تدبیر و صیغ، تفکر و متقل ہو وہاں کوئی مرض قریب نہیں آسکتا۔

اگر ادنیٰ غفلت، تساہل، کاہلی، اور غشی اسباب و علل کی وجہ سے نفسیاتی، روحانی یا مادی مرض آج بھی جاوے تو نہایت جالاک ہو سٹیاری عقلمند کیا سے فوری علاج و دوا ابھی ممکن ہے۔ دیکھو ماہرین علوم نفسیاتی، وحیاتی، و روحانی، و جسمانی کس طرح سے ان امراض کو دور کرنے، اور ان سے بچنے، اور حفظانِ صحت کے اصول پرستے پر کس قدر جاہلوں، غافلوں کی پرستش محفوظ رہتے ہیں۔ اور اگر بہ قوتِ علیہ و ادراک، و شعور و تہویر، و تفکر و درجہ کاملہ پہ پہنچ جاوے تو ایسے افراد کا کیا کہنا۔ شبہ ایسے گروہ کو معصوم اور ایسی قوت کاملہ علیہ کو عصمت کہتے ہیں، جو انبیاء و مرسلین و اوصیاء و ائمہ طاہرین کا درجہ تھا۔

اور غفلت و تساہل کو وہ اپنے درجہ کاملہ علیہ کا نقص سمجھتے ہوئے اپنے کو خاطی، مقصور و ار، اور انسانیت کاملہ کا گناہ و جرم سمجھتے تھے، جس کو قرآن مجید نے بھی بعض موقعوں پر انبیاء کی خاص حالتوں کو مذکورہ الفاظ سے تعبیر کیا ہے، لیکن درحقیقت وہ خدائی گناہ یا عام انسانی گناہ پر گزرتے۔

نفسیاتی اختلافی و روحانی امراض | کبر، نخوت، منتی، ریش، تنق، بغض، حسد، کینہ،

نفاق، ظلم، عداوت، جھین، نامردی، سبیل، بے صبری، بے حیائی،
خود غرضی، خود پسندی، شقاوت، قساوت، خیانت، عیب جوئی،
سمتی، کاپلی، جہالت، رذالت، ذنات، سبے پروئی، بے اعتمادی
بے وفائی، لالچ، خوش آمد، چالپوسی، حق فراموشی، ناحق کوشی
وغیرہ وغیرہ جتنے بھی نفسانی و روحانی و اخلاقی و تمدنی امراض ہیں،
سب کے سب شریر النفس انسان پر موجود ہیں، اور خود انسان کے
پیدا کردہ ہیں، کہیں باہر سے نہیں آئے ہیں۔

اُن کی تخلیق انسان کی شرارت نفس کے باعث ہے اور
اُن کا کرانہ ہیں ان امراض و عیوب کو اُس کے سامنے نہیں آئے دنیا
انسان کی ناگہی، بے شعوری، اُن کی رذالت، ذنات کو محاسن و
محار کے قالب میں ڈھالی کر خسرو الدینیا و الاخرۃ بنا دیتی ہے
اور انسان اشرف المخلوقات کو خامۂ حیوانیت بنا دیتی ہے، جو
فطری سقاوت مند ہیں۔

(السعيد سعيداني بطن امه والشفق شفق في بطرامه)
وہ بطن مادر سے سعید ہیں، اور اُس سعادت کو پیدا ہو کر تربیت کرتے
اور ترقی دیتے رہتے ہیں، وہ نیکو کاشفی و پرہیزگار بندے ہیں اور
ان میں بھی درجہ کامل کی سعادت پر فائز بندے اولیاء اللہ و اصحاب
خدا و معصوم ہستیاں ہیں، اور جو شکم مادر سے شقی ہے، ایسی علم الہی
میں اُس کی شقاوت و ناخوابی طالع ہے، وہ پیدا ہونے پر سو اسے

رذالت و شقاوت کے کبھی اکتساب فضائل و سعادت پر منوجہ ہی
نہ ہوگا۔

غرض کہ انسان کی قوت و شعور کامل ہوتی، صحیح عقل و تدبیر انسان
کی اہمائی کرتا تو بیک و وہ جملہ امراض سے خود نجات حاصل کرتا۔ کسی
راہبہ و آدمی و مصلح کی ضرورت نہ ہوتی، اور انسانیت کے اعلیٰ درجے
پر فائز ہو کر ہر شبہ حیات کو بلند ترین معیار پر تعمیر کر سکتا ہے۔

تم کو ہر قوم و ملت میں ایسے نمونے ملیں گے جو عام سطح انسانیت
سے بلند پیشوائے قوم اپنی ذاتی جدوجہد و شعور کامل کی وجہ سے بنے
ہیں، کسی کی تعلیم و تعلیم کی وجہ سے نہیں بنے۔

کیا کہتا اُس تمدن و عمران کا جس کی فرد فرد ایسی حساس و مدبر
و ذی شعور و جاوے جو کسی معالج کی محتاج نہ رہے۔ ایسا سلامتی امن
و دروغ کی خود صاف ہو، بقائے مصلح و حیات اجاودانی اُنسی کے لئے
ہے، فخر ملک و اثرات المخلوقات وہاں ہے جو خاندانی مصلحتوں و مصالحوں
سے اپنے صحیح شعور کی وجہ سے بے نیاز ہو جاوے، اور دوسروں کا
سہارا نہ دھوئے، غیروں کا سہارا نہ سکے، یہی زندگی کا بہترین فلسفہ
ہے، اور بدترین فلسفہ زندگی کا یہ ہے کہ جس میں یہ اعتقاد باقی رہے جو کہ
تمام بنی آدم کا وجہ کسی دوسرے کے کامیابیوں و منت ہو۔

اس اعتقاد سے صاف لازم آتا ہے کہ انفرادی حیثیت سے اُس
قوم کے انفرادی زندگی برباد و برباد رہے گی، اور ہر ترقی اُس کی بنیاد پر

کسی بڑی ذات سے وابستہ رہے گی، اسی جذبہ کی کار فرمائی ہے کہ دنیا میں اُن کے دن برساتی ٹینڈ کوں کی طرح سے پیشواؤں اور بہروں کی پیداوار ہوتی رہتی ہے اور بھولی بھالی قوم آگے بند گئے ہر ایک کے پیچھے دوڑنے کو تیار رہتی ہے۔ ایک دوسرے موقع پر جناب امیر نے ایک شعر میں کہا خوب فرمایا ہے،

قدمات قوم و مادات مکارم وعاش قوم و ہم نیا کما موات
 قوم مر جاتی ہیں اور اُن کے مکارم اخلاق زندہ رہتے ہیں، اھ ایسے اقوام بھی ہیں جو ہم میں زندہ موجود ہیں، لیکن مردوں کے اندر ہیں۔ یعنی اصلی زندگی تو یہی ہے کہ اُس کے اخلاق کا منہ صفات عالیہ اصول کا طرہ زمانے میں موجود ہیں، جن پر آنے والی نسلیں تو عالم تعمیر کا اساس قائم کریں اور اپنی زندگی کا ثبوت دیں، اور بے سود جست و ناکارہ قوم کی زندگی، انسانیت کے لئے بدنام داغ اور حیوانی زندگی ہے جس کا بقا آئندہ نسلوں کے لئے اخلاقی موت کا سبب ہوتا ہے۔ زندگی کو خوشگوار بنانے کے لئے ایک اہم شرط یہ ہے کہ انسان خود غرض نہ ہو، یعنی آنے والی نسلوں کی سہلائی کو اپنی بھلائی پر ترجیح دیتے ہوئے میدان عمل میں گامزن ہو، آئندہ نسلوں کی سہلائی ترقی، شرف و عزت اور اُس کے بقا کی کوشش کرنا انسانی زندگی کا بھلا منہ ہے۔

ہر انسان کو اپنی کارگزاریوں، محنتوں، تکلیفوں کو اس لئے
 برداشت نہ کرنا چاہیے کہ آنے والی نسلوں پر اپنی منت و احسان
 رکھے، جو شخص اپنی آرام کی تربیت و اصلاح کرے اس کا نظریہ یہ ہونا
 چاہیے کہ اس کی مسرت اور ذاتی خوشی اسی میں ہے کہ آنے والی
 نسلوں کے لئے اپنے اخلاق حسنہ پھیل کر دنیا سے جاوے، اور ان کی
 کامیابی کا حیرانی کے لئے اپنا علمی نمود چھوڑ جاوے، اور وہ شخص جو
 اپنے قوم و ملک اور آئندہ نسلوں کے لئے بہتری کو مد نظر نہیں رکھتا،
 اور اپنے ذاتی اغراض کی تکمیل پر مصروف رہتا ہے، وہ مردہ ہے،
 یا جو اپنے ملک و قوم کی بھلائی چاہے، اور دنیا کی ہر قوم سے غافل
 ہو جاوے وہ بھی فلسفہ زندگی کو نہیں سمجھتا ہے۔

اس میدان میں کام کرنے سے ہرگز محنت و ضلوع نہیں ہوتی۔
 ہے جو دنیا میں ہر ملک و قوم کی بھلائی کے لئے خدمت کرے گا، اس کو
 کامیابی ہوگی، اور اسی میں اس کے ملک و قوم کی بہبودی بھی ہے۔
 اگر اقوام عالم کا نصب العین امن و امان، صلح و اتفاق و
 موافقت نہیں ہے تو کوئی قوم کتنی ہی جدوجہد کرے، امن حاصل
 نہیں کر سکتی۔

امن و سلامتی تو انھیں طریقوں سے ممکن ہے جو امن کی
 راہ سے ہوں، نا امنی کو امن کا ذریعہ بنانا ہرگز کامیاب نہیں ہے۔
 ایک واقعہ جو بہت دور کا معلوم ہوتا ہے کسی نہ کسی دن وہ مقامی

لوگوں پر بھی ضرور اثر ڈالے گا۔
 ہرگز یہ خیالی نہ کرنا چاہئے کہ اگر دوسرے مقام پرنا امنی،
 بد اخلاقی، کثرت جرائم ہے تو ہم کو اس کی کیا پروا ہے، بلکہ یہ تصور
 کرنا چاہئے کہ وہ بد امنی اپنے ہی ملک میں ہے، چاہے اس کی
 تباہی وقوع کتنی ہی دور کیوں نہ ہو۔

یہی وکلیہ ہے جو ملک، حکومت، اور ہر انسان کو خود غرضی
 سے محفوظ رکھتا ہے۔ وہ فوج کا سپہ سالار اپنی فوج کی کب کمان
 کر سکتا ہے جس کو دوسرے ملکوں کی حالت سے بے خبری ہو، اور
 اپنی بھلائی و خود غرضی میں اس کا دیوانہ ہو کہ دشمن کی فوج اور ملک
 کی بجائے اصلاح پر مادی پرتل جاوے جیسا کہ اس دور تمدن و تہذیب
 میں سفاکی بے رحمی، درنگی کو محاسن جنگ سے شمار کیا جاتا ہے۔
 وقتی مادی فتح ہمیشہ ہمیشہ کے لئے روحانی شکست اور انسانیت کی
 شکست ہے، اور سمجھنا آسانے والی نسلوں کے لئے موجب نفرت
 و ملامت ہے۔

چند روزہ اس ہیوادہ خود غرضی، طریق سے تختہ ہونا آئندہ
 کے لئے اسی قوم و ملک کے لئے اسی ہیبت کا شکار ہونا لازمی ہے۔
 لہذا صحیح فلسفہ زندگی تو یہی ہے کہ جس کو علمائے انبیاء طالب نے
 مذکورہ شعر میں بیان فرمایا ہے۔ "توین قوم جاتی ہیں، لیکن ان کے
 محاسن زمرہ رہتے ہیں۔"

عیش کو اُلی کھا جاوے، چین کو جاپان کھلے، اسپین کو
 فرنگوتیاہ کر دے، ہر ظلم و سولینی عالم بھر کو ہضم کر جاوے، لیکن وہ کبھی
 آئینہ و دوسروں کے لئے لقمہ ترہوں گے جس پر تاریخی تجربہ شاہد ہے
 اور اپنی سخاوت و ہمیت و خود غرضی کی داستانیں اُٹھ جا دیں گے
 اس لئے کہ بقول حضرت علیؑ اُن کو زندگی مردوں کی سی ہے، بجائے
 انسانیت کو فائدہ پہنچانے کے انھوں نے ناامنی، ہلاکت و ہمیت
 کو پھیلا دیا۔

یہی حال تمام سامراجی حکومتوں کا ہے کہ انھوں نے بجائے
 انسانیت کی خدمت کے اپنی خدمت کی اور خود غرضی کا انتہائی مظاہر
 عام انسانیت سے علحدہ پسندی، اور قوم و ملک و وطن کی
 ڈیڑھو اینٹ کی سجدہ علحدہ بنائے کا یہ نتیجہ ہے کہ آج عالم بھر میں خود غرضی
 کا دور درود ہے، اور پارٹیوں کے لئے طاقت آزمائی کا میدان کھل گیا
 ہے، اقلیتوں کو اور کمزوروں کو جیسے کا کوئی حق ہی نہیں رہا
 ہے گیا وہ انسانیت سے خارج ہیں۔

تعلیم علوی میں، دنیا ان چیزوں کی گنجائش کہ وہ عالم انسانیت
 کو ایک نظر سے دیکھے، اور کشمکش حیات کے بڑھانے والے اسباب
 خاتمہ کر دینا چاہتے ہیں۔ دوسرے شعریں فرماتے ہیں۔

اتحسب تلك جرم صغير و ذللت الظلمة العالم الاكبر
 تم اپنی چھوٹی سی خلعت اور کمزور ہستی کے خیال میں بڑھ کر ہے

کاہل اور ارجح ترین فرائض اور سخت و دشوار ترین مہموں سے ڈر کر
 سپردِ انداختہ ہو اور معدودہ ایسا بن کر نہ ٹھیکہ، اس لئے کہ اس عالم
 کبیر و نظامِ شمس کی بڑی بڑی قوتیں جو کائنات میں منتشر ہوئے ہیں وہ
 سب اکیس سب تمھاری اس تنہی ہستی میں یہاں اور موجود ہیں مگر ان
 قوتوں کے استعمال کرنے اور ازلے کا سلیقہ ہونا چاہیے، پھر تم
 دیکھ لو گے کہ کائنات کیا یہ بڑی بڑی ہستیاں کس طرح سے تمھارے
 سامنے جھجک پڑتی ہیں، اور خادمانہ طریق سے تمھاری غلامی کرتی ہیں۔
 سورج، چاند، ستارے، زمین، آسمان، پہاڑ، دریا، چوڑا
 نباتات، جمادات جو کچھ ان کی قوتوں سے بالاتر ہے وہ سب کا سب
 تمھارے سامنے سرنگوں ہے۔

تم کائنات کے ذرے ذرے سے خدمت کر سکتے ہو، اور اپنی
 خداداد قوت روحانی و نفسانی حیوانی سے کائنات کی تمام قوتوں کو زیر
 کر سکتے ہو، اس لئے کہ تم مجموعہ ان تمام قوائے مادیہ کا ہو اور تمھاری
 قوت روحانی و نفسانی سب سے فوق و بالاتر ہے۔

فلسفہ طبعی و کیمیاوی نے جہاں تک تم کو تسلیم کیا ہے وہی
 تصدیق کی گئی ہے، جوں جوں سائنس کی قوت بڑھے گی ارشاد
 علوی کی تصدیق میں رطب اللسان نظر آوے گی۔

دیکھو آج تک سائنس کے ذریعہ کس طرح سے انسان کی قوت
 و قدرت و اختیار میں قوائے مادیہ آچکے ہیں۔ سائنس تک اصولوں سے

ادیات کی طبعی و کیمیائی خواص و آثار کا کس طرح سے ذی شعور
انسان الگ بن گیا ہے، اور جو قوتیں اور خواص و آثار اب تک
انسان کے بس میں نہیں ہیں وہ معجزانہ عالم بحقائق اشیاء کی اثرات
سے کب پوشیدہ ہیں جن کو معجز نمایانہ انداز سے ظاہر بھی کیا گیا ہے
اسلامی آثار جنہیں شاہد ہیں روحانیت سے جہاں خود پسند نہ مانیں تو
حقیقت پر اُس نہ آنے کا کیا اثر ہو سکتا ہے۔

ہم مانتے ہیں، ادیات کا ذرہ ذرہ روح و نفس کا مالک ہے۔
روکھو ہماری فلسفۃ الاسلام علم الحیدان (

ایسی صورت میں منکر قوائے روحانیہ کو انسانی، قوائے روحانیہ
سے بے اعتنائی کیسی فاش غلطی ہے۔ حالانکہ مادیت تابع روحانیت
ہے، اور قوائے مادہ سے بہت زیادہ قوی ہیں۔ یہ مقام اُس کی
تفصیل کا نہیں ہے۔ لیکن انا سمجھ لو کہ جملہ ادیات سے اگر انسان
اشراف و افضل ہے تو اُس کی روحانیت بھی جملہ ادیات کی قوتوں سے
قوی و بالاتر ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو انسان میں ادیات پر تصرف
اور اپنی طرف جھکانے کی قابلیت نہ ہوتی۔

جب انسان ضعیف البنان کو یہ پیغام ملے گا کہ وہ حامل ہے
تمام قوائے کائنات کا تو بتاؤ اُس کی بالیدگی، سیرت، سر بلندی،
تفاخر کی کیا حد ہوگی، اُس کے جذبات کس قدر ابھر رہے گے، اور
کتنا ترفع ہوگا، اُس میں کتنی طاقت آوے گی، شرافت و بزرگی کی

لتی اٹنگ ہوگی۔

وہ اپنی کمزوریوں کے دور کرنے میں کس قدر مستعد ہوگا۔ ملکی، معاشی، معیشتی، اقتصادی، سیاسی، گتھیوں کے سلجھانے میں اس قدر جرات پیدا کرے گا، وہ ذاتی اور قومی اہم مقاصد کے حل کرنے میں کس قدر صلاحیت پیدا کرے گا۔ اُس کی وسعت نظری کی حد و نہایت نہ ہوگی۔

اُس کی نظر میں بڑی بڑی شکستیں عضو پنجہ نشین و درجہ کے سہاویں اہمیت ہوگی۔ انسان کو کوہ و قار کنا، اُس کی بزرگی کے سامنے نقطوں کے نہ ملنے کی وجہ سے حسرت لفاظی ہے، اُس کے علم و حکمت و تدبیر و تفکر کے مقابلہ میں علمی علم ہیچ ہوگا، اُس کو عالم بحال کائنات و واقعہ بمقائے ہونے کی ہر دم کوشش ہوگی

وہ کائنات کے راز دہ کے سرستہ کی نقاب کشائی کے لئے مرٹنے کو تیار ہوگا، وہ کائنات کی سروراری و حکومت کے لئے بیاب ہوگا، وہ صبر و استقلال، ایثار و قربانی، ہمت و بہادری و شجاعت کا پیکر بن کر خودداری کا عہدہ ہوگا۔ وہ فلسفہ زندگی کا حقیقی عالم و معلم ہوگا۔ وہ کائنات کی قوتوں کو اپنے میں موجود پارکائن کے پیدا کرنے اور خود انسانی جسم میں تصرفات کر کے انسان سے ملک اور ملک سے نبی بن کر خدائی خلافت کا مستحق ہوگا، اور وہ درجہ کامل انسانیت ہے جس پر برائی خدا کا فضل و انسان ہے انسانی پس سے باہر

وانت الکتاب المبين الذي با حروفه يخلص المضمحل

ارشاد ہے، اسے جاہل و غافل انسان، نوکتاب و جودی کا
ظاہر و روشن دفتر ہے جس کے ہر حرف سے تمام غفل و پریشیدہ باتیں
روشن و ظاہر ہوتی ہیں۔

انسانی اعمال و کردار اُس کی ضمیر کی کڑکائی میں، تقویٰ و تقویٰ
والہ طور پر بیان کیا ضرورت نہیں ہے۔ ایک بھر پوری اُس کی زندگی
سے سمجھ سکتے ہیں کہ یہ شخص کس درجہ اذیت کا ہے، خوش آمدیوں کی
دعائیں سرائی و تعجید خوانی دشمنوں اور بدگوئیوں کی لذت و عیب جی
بے حقیقت و بے اصل ہے۔ حقیقت تو یہی ہے کہ انسان کے اعمال
و افعال خود اُس کی سچی تصویر پیش کرتے ہیں۔

ہر انسان جملہ حالات و واقعات انسانی اور جملہ حرکات و
سکناات انسانی کا جو ازل سے اقوام گذشتہ اور انسان اول سے
اس تک ظہور میں آئی ہیں، البم اور خفا میں انسانی کا دفتر ہے۔ اچھے
یہ ہے ہر قسم کے اعمال و افعال جو بھی گذشتہ قلموں کے ہیں وہ سب
ہر انسانی پیکر میں موجود ہیں، اور ہر انسان میں استعداد و قابلیت
سعادت و شقاوت کی موجود ہے، کیونکہ نسل انسانی کی یہ بھی ایک
کڑی ہے، اور تمام افراد انسان میں یکسانیت و یکسانیت ہے۔
کسی قوم و ملت کسی ملک و مذہب کا ہو،

اس لئے کہ سب انسانیت میں برابر اور ایک ہی ماں باپ

کی اولاد اور ایک ہی نسل سے ہیں، اور سب میں برادری و مساوات ہے۔

اس وقت انسانی کا ہر حرف و فعل یعنی اُن کے حرکات و سکنات عادات و خصائل، اوصاف و اعمال ہر قوم اور کھلی پھرنی کے حرکات و خصائل و اعمال و اوصاف کے مظاہرین کرتے رہتے ہیں، اور کھلی پھرتی ہر انسان و ہر تار مٹا ہے۔ عقیدہ فکر و عقیدہ کی جیسے جانچو تو قوم کو پتہ لے لے گا کہ قرون و اولیہ کی یاد مر و نہ نہیں ہوئی ہے، اور ہر انسان کھلی پھرتی کو ناز و رکھتا ہے۔

بڑے بڑے فلاسفہ ایک وقت انتہائی جمالت کی بات کر چکے ہیں، اور بڑے بڑے علماء و محدثین و مہذب اکابر و اجداد میں جذبات کی اڑیو انتہائی غیر مستحکم اور ابلہ انداز انفعال پر گزرتے ہیں۔ یہ کیا ہے۔ وہاں زمانہ جمالت و بربریت کی یاد ہے۔

لہذا کسی قوم کا دوسری قوم پر فعلی و تقاضی جیسی، نسبی، وطنی، جغرافیائی و دیگر اور غلط ہے۔ یہ عربی و جاہلانہ امتیازات نقل مکان و نقل خاندان سے بدلتے رہتے ہیں۔ اور اقوام تمدن ایک وقت اپنے فضائل انسانی و فضائل روحانی کھو کر پست ترین قوم اور غیر تمدن انسان بن جاتے ہیں۔

اسی طرح سے جاہل و غیر تمدن ایک وقت میں تمدن اور اقوام غیر تمدن کے لئے معلوم ہو جاتے ہیں۔ پست ترین اقوام میں پڑے

بڑے معلم ریڈار میڈر اور اعلیٰ قابلیت والے پیدا ہوتے رہتے ہیں جس کو قرآن مجید نے بھی عفاف الفاظ میں فرمایا ہے۔

در تمام انسان ایک نسل سے ہیں اور ایک امت ہیں اور کوئی ایسا قوم نہیں ہے جس میں اُسی قوم کا اُسی زبان کا نبی، رسول و پادھی نہ بھیجا گیا ہو، یعنی ہر قوم پر ایک ہی پادھی پیدا ہونے کی طبیعت و قابلیت ہے۔ لہذا اقوام عالم میں ایسی ہیست، کم ذاتی رے بشری کا اعتقاد ان کی ہر ترقی کا مانع ہے، جب ان کو ایک طرح انسانی پر لایا جاوے گا، اور مساوات کی تعلیم ہوگی تو وہ بہت قریب بھی آ رہیں گی، اور تعلیٰ و ترفیع جتانے والی قومیں بھی چھٹیں گی، اور تمام انسان ایک سطح پر مساویانہ حیثیت سے صاف بہت ہو جا دیں گے، اور تمدنی نقائص کا بالکل استیصال ہو جاوے گا۔

جناب امیر نے ہر انسان کو کتاب و وحیٰ قرار دے کر یہ سمجھایا ہے کہ تم خود اپنے عادات، اعتقادات، حرکات و سکنات و اعمال کا جائزہ لو تو تم کو خوب اچھے برے کا امتیاز ہوگا۔ اپنے اچھے اعمال و اکتساب سعادت سے اکتفا ہی بلند اور مرتفع ہو سکتے ہو جتنا بلند و مرتفع تمھارے اسلام صاحبین تھے، اور غورگوں کی نظیر بن سکتے ہو و اور اکابرین ملت کے قیمتی جانسی تصویر ہو جاؤ گے

فلا حاجة فی خارج
بیمبر عمتک جائستطروا
جس وقت تم میں اس عالم کبیر اور کائنات کی تمام قوتیں موجود

ہیں، اور تم خود اگلے اور پچھلوں کے حالات کا دفتر ہو اور تم میں سب
پچھلوں کی بزرگیاں موجود ہیں، اور پچھلوں کی زندہ تاریخ ہو تو تم کو کسی
خارجی شے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

ہر شے سے اہر پہنچم و بد برو و مفکر و پیشوا سے استفادہ ہو کر ان کمزوریوں
پستیوں، دناؤں، رکینہ صفات کا خود علاج و اصلاح کر سکتے ہو، اور
مختاری احتیاجوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔

دفتر وجودی کی ہر ہر سطح تم کو ٹھوکر سے بچا دے گی، اور ہر عیب
باخبر کرے گی، غلو نفس و بزرگی و برتری کا سبق پڑھاتی رہے گی، شرطا
یہ ہے کہ شعور صحیح ہو، بصارت کامل ہو، صحیح تدبیر و فکر کے عادی ہو۔
ہر ہر پیشوا کے پیچھے دوڑنے اور گمراہ کرنے والوں غلط کاریوں کا
سے بچتے رہو۔

سب سے پہلے تم اس لیڈر و پیشوا اندہ سہر کے غافلہ زندگی کو جانچ
لو اور دیکھو مختاری روحانی اور مادی زندگی میں وہ اصلاح کی کتنی
قوت رکھتا ہے۔

علوی تعلیمات کے نظم و شرف و فائز میں سے صرف یہ چار شعرا ایسے
ہیں جو ہر انسان کے تمام زندگی کے شعبوں میں اصلاح و ترقی کے حقائق
ہیں، اور حیات عمرانی و تمدنی کا اساس ہیں، تمام تمدنوں و عمرانیات
کے دفاتر کا جائزہ لو، اور دیکھو اسب کے سب اس مختصر تعلیم کے
حاشیہ اور شرحیں ہوں گی۔ اور مذکورہ چار شعروں کے حدود احاطہ

سے باہر نہ ملیں گی۔

علمی تعلیم اس وقت تک نامکمل رہتی ہے جب تک اسی تعلیم کو عمل کر کے نہ دہرایا جاوے۔ اور علم و عمل کی ہم آہنگی ایک ہی آئینہ میں یکساں صورت نہ پیش کرے۔ اس لئے ضروری ہے کہ رسولی شن کے چلانے والے ایک معلم کی تعلیم کو پیش کریں، اور انھیں کے فرزند امام حسینؑ کی علمی تعلیم کو جو چند گھنٹوں میں کر بلا کے میدان میں ظہیر میں آئی، پیش کر کے علمی و عملی دونوں نمونے دکھا دیں۔

چونکہ علوی تعلیم کا عمل منظم حسینی علمی تعلیم میں موجود ہے، لہذا بارہ اماموں میں ہم نے اسی مقدس ذات کا انتخاب کیا ہے شیعوں کا اعتقاد ہے کہ بارہوی امام کی علمی و عملی زندگی یکساں و یک رنگ ہے۔ لیکن ان میں سے بعض کو موقع علمی و علمی تعلیم پیش کرنے کا ملا، بعض کو صرف علمی موقع ملا، اور بعض کو نہ علمی موقع ملا، علما، قید خانوں اور سکانوں کی دیواروں میں، سخت بیرونی اور روک ٹوک پر کب موقع مل سکتا ہے کسی علمی یا عملی تعلیم کا۔ لیکن ان کی کیسا نیت یکساں رہی ہے اس لئے مقتصد ہیں۔

(۱) اصول تعلیم سب کے یکساں تھے۔

(۲) ایک معلم نے اپنے بعد کے لئے جس کو نماز کیا خواہ مخواہ

اس کی اہلیت و قابلیت پر پورا اعتقاد و بھروسہ کر کے کیا ہے۔

(۳) بقیہ اماموں کی شہادتیں اور قید کی سختیاں انھیں اصول

کی حمایت میں ہوئیں جو علوی تعلیم تھی۔

(۲۱) ان بزرگزیدہ سہیلیوں کو جس وقت جتنا بھی موقع مل گیا، علمی و علمی تعلیم کا اُس کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا، اور وہی تعلیم دی جو رسول خدا اور علی مرتضیٰ نے دی تھی۔

لہذا بارہ اماموں سے جس کسی کو علمی و فنی یا امام حسین کا راسا ماحول ملتا، ہر ایک وہی کر کے دکھاتا جو وہ درہ و داموں نے کر کے دکھایا تھا، اور سرسبز فرقہ نہ ہوتا، اور ایک دوسرے کی تصویر و نظیر ہوتا۔ ماحول کی مناسبت و مورد نیت سے ہر ایک نے تعلیم دی ہے۔

امام محمد باقر اور امام جعفر صادق اور حضور اسامام رضا علیہم السلام کو موقع ملا کہ علم کے دریائے بہاد سے، بقیہ اللہ کو قید و محنت میں نہ لگایاں گا۔ ٹیڑھیں، لوگوں کی آمد و رفت، سیل جول کی سخت غلغلی روک ٹوک تھی، اس لئے ان کے تعلیمات کا نشر ناممکن ہو گیا۔ لیکن پھر بھی آنحضرت کے خلفہ زندہ گی پر تاریخی حقیقی روشنی ڈالو گے اسی قدر معلوم ہو گا کہ عالم کے مصلحین، مسکین، مدبرین و رفیقا و مران میں ان اور مہیا رسول و شاگردان رسول کی حقیقی شہرت کیا ہے، اور ان پیروایان عالم کی صف میں ان کو کون سی جگہ حاصل ہے۔

امام حسین نے بڑی ہی مہیا نہ مطالبات کو ٹھکراتے ہوئے اقوام عالم کو جو علمی دستور العمل دیا وہ غیر فانی سبقت ہے۔ انھوں نے اپنی شہادت سے عام انسانیت پر وہ پُر زور اثر ڈالا کہ دوست و

دشمن سے برابر کا خراج تحسین حاصل کیا۔ جب تک دنیا قائم ہے،
حسینؑ کے فلسفہ شہادت پر غور کرے گی تو انہیں کو زندگی کے ہر شعبے
میں مدد ملے گی۔

صبر، استقلال، محبت، جرات، آزادی، ہمیشہ آزادی دہائی دے گی،
شجاعت، ایثار، قربانی، ہمدردی، مشک و رضاء، تحمل، خود داری،
ثبات، قناعت، بردباری، تقویٰ، اخلاقیات، خدا پرستی،
بے جگرگی و بے خوفی، امید و رجاء، عزم کی پختگی، اخلاص، صداقت،
شہادت، عفت، طہارت، حوصلہ مندی، حیا و غیرت، انکسار و تواضع،
وفاء، سیاست، وغیرہ وغیرہ کے وہ اصول بنیں گے جن سے
عالم انسانیت میں ایسی انقلابی روح پیدا ہو جائے گی جس سے
باخلاق و دوسرے موقع نہ ملے گی۔ اور عالم انسانیت اس کی یہ نظریہ
کی تصدیق پر مجبور ہوگی۔

انسانیت کی انتہائی قوت برداشت و تحمل پر عالم سب کے تصدیق
مہر ثبت ہو جائے گی، اور زمین کے اسوہ حسنہ کی پیروی سے انسان
سر بلند میں ملائکہ سے بھی متاثر نظر آوے گا، اور تمام کائنات میں
اپنی وحدت و یکتائی کے ڈانکے بجا دے گا۔

دیکھو! امام کی علمی تعلیم کے اثرات کو کر بلا میں بوڑھے و بچے،
جوان، آزاد، غلام، عورتیں، سبھی جینی سیرت اختیار کرنے پر اپنی مینڈیلی
میں یکساں، اور ایک رنگ میں ایک جسم، ایک روح بن کر منظرِ خداستہ

بن گئے تھے، اور ہر اکسا کی عملی زندگی آنے والی نسلوں کے لئے سرخسہ ہدایت تھیں۔

امام کی عملی زندگی انسان کے مردہ جذبات کو ابھارنے میں اتنی زاید کامیاب ہوئی کہ اموی قید خانوں کے دروازے توڑ دوڑ کر قیدیوں نے حریت و آزادی کے حاصل کرنے کے لئے اموی تخت و تاج کو الٹ دیا، اور مطلق العنان مسہابیہ داری کو کاری ضرب لگائی، اور سہیتہ ہمیشہ اس سہولے ہوئے سلیقہ کو جو قوم دہرا دے گی کہہ ہی ہی ضیعت و کمزور ہو اپنی عملی طاقت سے وہ کا باطلت دیکھ سکتی ہو دیکھ لو تاربخوں کو دو بکار بکار کر کہہ رہی اس کہ شہادت امام کے بہر خود ان کے پشتینی دشمن اپنے سیاسی مقاصد کو حسین کی مظلومیت کے نام سے ہمیشہ کامیاب بناتے رہے۔

عبداللہ بن زبیر نے واقعہ شہادت امام پر حجازیوں سے اپیل کی، اور نورال بحہ کہ معطل رہا مستقل حکومت کی۔ بنی عباس نے حسینی مظلومیت کے نام پر اپنی سلطنتوں کو قائم کر کے بنی امیہ کی قوتوں کو پاش پاش کر دیا۔

بنی فاطمہ کے فتوحات افریقہ، حجاز، عراق، اسپین، میں حسینی قوت کے سہارے پر قائم ہوئیں۔ آج عالم کا چہرہ چہریت کے زیر نگین ہے۔ حسیت پوشانا، اس میں مزاحمت کرنا، اسطاعت سے دشمنی، انسانیت سے دشمنی، تمدن اسے دشمنی ہے۔

پر شوکت و پر قوت کی حکومت کو تسلیم نہ کر کے بیعت نہ کرنا۔ اس سے
 ناپر شرافت و عزت نفس، بلندی ہمت کی ایک انسان کے لیے
 اور کون مثال ہو سکتی ہے، اپنی اصولی ضد پر قائم رہ کر قوم کو ایسی نفس
 نفس پر ڈھالی دینا کہ بقیۃ السیئۃ بچہ عورتیں، بلکہ بعد کی کل نسل
 بھرا پیہ پرست، ہمارا و قمار سدا طین اموی و عباسی سے ہمیشہ ہمیشہ
 گریہ کریں، اور کبھی بیعت کا خیال بھی نہ کریں، اور انسانی مصائب
 جیل کر جانیں دیدیں، زندہ دیواروں میں چنے جاویں، آگ سے
 جلائے جاویں۔ ساری عمر تنگ و تاریک قید خانوں میں بسر کر دیں،
 دست و پا و زبانیں کٹوائیں، کوڑے کھا دیں، لیکن ان جابر سلطنتوں
 کی اطاعت نہ کریں۔

اور آج بھی امام کے پرستار ان کی تعلیم کی سچائی و صداقت
 کے سوا دشمنوں کے آئین و اصول پر نفیس و حقارت کی نظر سے
 دیکھیں۔

یعنی تعلیم حسینی کی تاثیر یہ ہے شرافت و عزت نفس و خودداری
 حسینیوں کی ہمارے مسیح اسلام میں صدیوں پیر و ان جیسے کے خون کی
 ہوئی کھینچی گئی، مگر ان کو وہ قماروں نے ذرہ برابر تزلزل و تذبذب
 نہ کیا۔ حسینی تعلیم نے اپنے پرستاروں کو ان گھونے و ذاکل، اور
 کلمینہ اخلاقی سے سجا کر قعر مذلت سے آسمان رفعت پر پہنچا دیا،
 جس کی نظیر تاریخ میں نہیں کرنے سے قاصر ہے۔

تھکن عرب کی تباہ کاری، دکھوتا ریخوں کو اس وقت کی عالمگیر
عیش پرستی میں کیسا بڑا لوگ تھا، عصمت مآب عورتوں کی بے جھجک
عصمت درخشاں شربخواری، زنا کاری، بے اندازہ غلام و کنیز سازی
صحیح و تندرست انسانوں کو خستی پہنا کر خواجہ سراؤں کی عیالیت
کی آباہمی، عزت داروں، شریفوں کی بے عزتی، ڈاڑھی موچیں
پنچا دینار سرسبز بار کوڑوں سے بٹوانا، اتنا بزرگان ملت کو مارنا
کہ کسی کی پہلی ٹوٹ جاوے، کسی کو غرق ہو جاوے۔

ماں بہنوں کو عیش پرستی میں نہ چھوڑنا، بیٹھاؤں کے مکانات
کا اساسہ لوٹ کر آگ لگانا، جو انیت و ہمیت کی انتہا نہ تھی، سبیر
و صبروں کی ماں سے نکاح کرنا، اور سرسبز دربار اس کی ماں کی شرمگاہ
کی جھوکنا، محبوب کو ٹھکی کی میت کو قین روز و فن نہ ہونے دینا، اور
میت سے یہ مانہ بد فعلی کرتے رہنا، یہاں تک کہ میت میں بوجھ
بیکر فاسد ہو جاوے۔ وغیرہ وغیرہ،

تاریخیں دیکھو، وہ کون سی روالت و بدکاری نہ تھی جس کا
دور دورہ نہ ہو، جب انسان ایسی ہستی و ملت میں گرفتار ہو،
اس وقت قوم کی صحیح رہنمائی کر کے دنیا کے شدید ترین مصائب
بہکالیہ برداشت کر کے اگر کسی گروہ کو ایسی فحاشیوں سے بچایا
جاوے، اور اعلیٰ منازل انسانیت پر پہنچا دیا جاوے تو بیشک
بزرگ ترین خدمت خلق ہے، اور ایسا رہبر عالمگیر عیسوی کے

قابل ہے،

یہ صرف حسینی علی تعلیم کی بزرگوار تاثیر تھی، جس نے اپنے پیروں کو سچا کر عام انسانیت سے ممتاز کر دیا، محض اپنے پیروں کو نہیں بلکہ انھیں حکومتوں کے تحت حکومت سے اقرار و اعتراف کی بزرگوار حدائیں بلند ہوتا مشہور ہوئیں۔ یزید کے تخت و تاج کا مالک معاویہ بن یزید کی تاریخی شاہی پہلی تقریر کو سن لو جو آج تک غنا، عالم میں گرج رہی ہے۔

خليفة المسلمين مامون رشيد کا محفل علماء میں زبردست مناظرہ تاریخوں میں پڑھو۔ عورتوں کی بے جھجک درباروں میں تقریروں کو دیکھو دنیا کے اعظم ترین مسائل کی حل میں حسین کی علی تعلیم کے اثرات کو دیکھو۔ کون نہیں جانتا عمرانیات کے اعظم ترین مسائل حسب ذیل ہیں قومی جہالت کو دور کرنا، قومی اخلاص طمانا، قومی آزادی، قومی انتشار کی تنظیم، امن و امان و سلامتی کی ضمانت، قومی وقار قائم کرنا، اصلاح و معاشرت، قوم کو ہر دلعزیز بنانا۔ حسین کی عملی زندگی سے ابد الابد انسانوں کو یہ سبق ملیں گے۔

قومی جہالت دور کرنا امام کوکب یہ موقع ملا کہ وہ اپنے لائق شاہی علوم سے قوم کو فیضاب فرماتے وہ خود اپنی مخدوم کا اپنے شعر میں اس طرح سے اظہار فرماتے ہیں "بہت سے وہ علم ہیں کہ اگر میں ان کو ظاہر کر دوں تو لوگ کہیں گے کہ بہت پرست

ہیں، اور مسلمان میری خونریزی حلال سمجھیں گے، اور ہر بُرائی کو میرے
سر پہ تحقیقیں گے۔“

باوجود اس کے امام نے چھ سات گھنٹوں میں میدان کر بلا میں،
اخلاقی، تمدنی، سیاسی، معاشرتی، وہ وہ سبق پڑھائے جس کی نظیر
نہیں ملتی، اعظم علوم اور اشرف ترین علوم علوم الہیہ اور علوم نفسیاتی
اور علوم روحانیہ ہیں۔ امام کے ہر ہر عمل میں اسرارِ علوم کا جس طرح سے
انکشاف ہوا اُن کی شہادت کے تفصیلی واقعات بیش بہا علی خزانے
ہیں جن سے ابدی زندگی کے سبق ملتے ہیں۔

اسی کو زبانِ حال سے جہاں نثارانِ امام کر بلا میں جہالت کے
پر دے پہنے پر پکار پکار کر کہتے تھے: ”دیکھو جو رانِ جنت غروں سے
منہ نکالے ہم کو بلا رہی ہیں“

کوئی کہتا ”رسولِ خدا و علی مرتضیٰ جنتی پانی کے چھلکے بہاؤ لائے
ہوئے ہمارے غمخیز ہیں“ جہاں نثارانِ جنت میں وہ کشف و درویشی
پیدا ہو گئی تھی جو مکاشفہٗ روحانہ سے کم نہ تھی۔ وہ حقایقِ اخسار و ی
کو آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ اُنہوں نے حق کو باطل سے جدا کر کے
آنے والی نسلوں کو عین الیقین کا درجہ دیدیا تھا۔ اور وہ علوم و حقایق
بتا دئے تھے جس سے حکومتیں گھبرا گھبرا کر سرا سکیں گے اقوام بیرونی
سے مدد لینے پر مجبور ہوئیں۔

ہند، افغان، یونان، افریقہ، اردم سے کتبِ علیہ کے

ذخائر ملک کر عری میں تر جمے کراتے اور عطار السنہ مخالفہ کو درباروں
میں جمع کر کے عالمان علوم الہیہ سے ائمہ دہاء علمی مناظرے کراتے
اور ہر نیت و شکست علمی کے درپے ہو گئے تھے۔ دیکھو تاریخوں میں
اُن مناظروں کی صحبتوں کو جب اس طرح سے بھی اُن کو کامیابی
نہ ہوئی تو حکومتی زور و دباؤ سے ان سے میل جول ترک کر آیا گیا، اور
تنگ و تاریک قید خانوں میں بند کر دیا گیا، مگر پھر بھی جیلوں کا اشاف
اُن کی خدا داد علمیت سے سحر ہو جاتا، جس کو حکومت بار بار تہدیل
کرتی رہتی۔

حکومت کی جانب سے پر زور پرو پگنڈا ہوتا کہ بنی ہاشم ساحر
ہوتے ہیں اُن کے پاس عیشیئے سے لوگ سحر ہو جاتے ہیں۔

توحی افلاس اقتصادنی شکلوں کا حل سب سے زیادہ یہ ہے
ہا کہ انسان میں قوت

برداشت و تحمل بڑھائی جاوے۔ دنیاوی نعمتوں کے فانی و زوال
پذیری اور بے حقیقت و کم قیمت سمجھ لے۔ دنیا جن چیزوں کو نعمت
سمجھے ہوئے ہے، اور جس کے لئے مرٹنے، اور ہر کینہ پن اختیار کرنے پر
تملی رہتی ہے، اور زندگی کا حاصل سمجھتی ہے۔ اُس کو اُن کا مصلح اپنی
روحانی اور ملی قوت سے بے قیمت و بے حقیقت بنا دے۔

حسینی شیخ کا سب سے بڑا کارنامہ تو یہی ہے۔ اہل دنیا نے
اور مادہ پرستوں نے جس چیز کو حاصل زندگی کا بنارکھا تھا، اور

روحانیت کو بیٹھے تھے،

اُن دنیاوی محبتوں اور غیرتوں کو خاک میں ملا دیا۔ راستوں کے صحیح دنیاوی ترقی اور دنیاوی تو نگری کا بھی راستہ بنایا جس وقت رعایا کمال اُن کی محنت و مزدوری کا پتہ حکومت و سلطنت کی عیش پرستی میں صرف ہو۔ اُس وقت ایسی حکومت کا بائیکاٹ کر کے اُس کو تاحث و تاراج کر دو، اور اپنی محنت کا اثر براہ راست خود حاصل کر دو، اور ہر انسان کی کمائی میں ملکی ضروریات انھیں کے ہاتھوں پر سے ہوں، حکومت و اسٹیٹ کو کوئی دخل نہ ہو۔

سڑکیں بنانا، باغ لگانا، سایہ دار درختوں کو راہ پر نصب کرنا، نہریں جاری کرنا، پتھروں، پتھروں، مسکینوں، امیروں کی پرورش مرصیوں کا تیمارداری، علاج، کنوئیں اور نہریں بنانا، مسافر خانے مسجدیں تعمیر کرنا، پل بنانا، غلام و کنیز آزاد کرنا، درگاہیں اور صنعتی تعلیم وغیرہ وغیرہ۔

غرض رفاه عام کا ہر کام سب کی سب ملکی ضرورتیں، اذاد قوم کے ہاتھوں پروری ہوں، اسٹیٹ کو دخل نہ ہو۔ دیکھو اسلامی حدیثوں کی کتابوں کو کتنی استثنائی و ترغیب دی گئی ہے، اور کس قدر اخروی ثواب بتائے ہیں۔

اسٹیٹ کے ہاتھ میں ان ضرورتوں کو دے کر یہ موقع نہیں دیا ہے کہ اسٹیٹ اپنے ضروریات کو قومی ضروریات پر مقدم کرے

اسلامی کیونکر اور موجودہ کیونکر میں آسمان و زمین کا فرق ہے،
اور اس سے بہتر اقتصادیی مشکلوں کا حل ممکن نہیں ہے۔
امام حسینؑ نے مستبد و سراسر ایست حکومت کے مقابلے میں
اسی لئے اپنی گردن کٹائی۔ اس شہادت سے صحیح کام لیا جاتا تو آج
مسلمان مغرب کی کمال پرہیز کرتے۔

قومی آزادی | جب کہ قومی ذہنیت و ضمیر و فکری آزادی سلب
ہو جاوے۔ شہری حقوق چین کرچہ سرماہ داروں
کے انہیں آجاویں۔

اُس وقت قوم کا فریضہ ہے کہ جان، مال، اولاد، محبوب سے
محبوب چیز کو عزیز نہ کرے، اور حصول آزادی میں ہر شے کو شہداء
قربان کر دے، جس کا علی ثبوت امام حسینؑ نے دیا، اور جن دلوں
میں آزادی کی سچا ترلپ تھی، اُن کو یا ہر باہر سے بلا کر اپنا شریک کار
بنایا، اور جن کے دلوں میں حریت و آزادی کا سچا جذبہ تھا اُن کو مدینہ
سے چلتے وقت بھی ساتھ نہ لیا، اور جو ساتھ ہوئے تھے، اُن کو بھی
پاس سے ہٹا دیا، اور یہ بتا دیا کہ ظالم ہی بھیڑ بھڑکا، اور کثرت نفوس
احمل کا مایابی کا ذریعہ نہیں ہوتا۔

امام علیہ السلام نے اس بات کو علی طور پر واضح کر دیا کہ اُن کی
تحریک میں گسانوں کی شرکت بھی ضروری ہے، جو قوم کی بڑھو کی چوٹی
میں اور ہر انقلابی تحریک کی جان ہیں، اس لئے کرنا چاہئے ہی گسان

بنی اسد کو جو کہ بلا سے قریب تھے طلب فرما کر زمین کو خرید لیا اور پھر
انھیں کو زمین بہہ فرمادی، اور اپنی لاشوں کے دفن کی وصیت فرمادی
آپ نے بقائے تحریک کے لئے ان کی جانوں کا مطالبہ نہ کیا، اور قتل
سے بچایا اس طرح سے نہایت مدبرانہ طور پر بن اور مرد و بچوں کو اپنی
تحریک آزادی میں شریک فرمایا، جو کم از کم آج تک حسینی میں دینا
آج اس کو سمجھی، اور روسی انقلاب میں پورا ہوتا ہے کہ سانوں کا ہمارا
لینن ٹراٹسکی اسٹالین وغیرہ آج بھی نام کا چڑھایا ہوا اس سبق
و ہر از سہہ دیں۔

قومی تنظیم قومی انتشار و بے نرمی و بے انہی ستانے کا واحد ذریعہ
ہے کہ قوم کا دماغی و آذنی اور فکری یکسوئی دیکر لگی
کو ایک ہی امر کو زیر لایا جائے اس خوبی سے کہ اثر میں تشدد و جھگم
نہ ہو۔ نام نے کس خوبی سے غیر تشددانہ غیر شکنجہ طریق سے اپنی
مظلومیت و ہمیشہ و ثبات و استقلال کی بنیادوں پر تنظیم قوم کا
عملی سبق کر بلا والوں کو دے کر ایسی تربیت کی جو آئے والی زندگیوں
کے لئے انتہائی سبق آموز ہے۔

قومی امن و امان کی ضمانت ہے اصولی کی زندگی کے ساتھ
کچھ دنوں زندہ رہنا یہ کوئی زندگی
نہیں ہے۔ آج کل اقوام عالم کی زندگی پر نظر کرو تو معلوم ہوگا کہ فرہ
فرو نا امنی، خوف و ہراس و اضطراب کی زندگی بسر کر رہا ہے۔

ایسی برخطر اور کشمکش کی زندگی زندگی نہیں ہے۔ فلسفہ زندگی سے یہ قوم بالکل جاہل و نا آشنا ہیں۔

امام نے اپنی شہادت اور اسود حسر سے اقوام عالم کو صحیح امن و امان و سلامتی کا پیغام دیا ہے، اور اپنی قربانی دے کر فلسفہ زندگی کو سمجھا دیا ہے۔ اُن کا پیروی ہی میں امن و امان و سلامتی و حیات جاوید و بقائے صالح ہے۔ شہادت امام سے اس وقت تک کی اسلامی تاریخ اٹھا کر دیکھو۔

حسینی قوم کی بقا و زندگی میں آج تک جو کادوئیں اور فرائض کی گئی ہیں، اور اُن کو من حیث القوم جس کشمکش کے دور سے گزرنا پڑا، اُس کی نظیر اقوام عالم میں ملے گی، باوجود اس کے یہ قوم کس طرح زندہ ہے اور روز افزوں ہے۔

اگر حسینی تعلیم کے اصول کو صحیح روشنی میں دیکھو اور اُن پر پوری کوشش سے عمل پیرا ہو تو آنتا پڑے گا کہ بیشک حسینی اعمال اقوام عالم کے لئے سلامتی و امن و امان و بقا و حیات کے ضامن ہیں۔

قومی عیش و شہر و وقار امام حسین ہی کا کام تھا۔ جن قوموں سے امام حسین کا سابقہ تھا سب کے سب

متمدن و طہر حسینی رفتار کو خاک میں ملائے ہوئے تھے، آج بھی انہیں قوموں کی اولادیں، اُن کے نام لیوا ہیں۔

امام حسین اور اُن کے طرفداروں کے وقار کے نشانے پر اُڑی ہوئی

کا زہد دار ہے میں لیکن ہر مفکر مدبر دیکھ سکتا ہے کہ اہم حسین کی اس
پراخلاص قربانی نے عالم انسانیت کو کس طرح سے اپنی طرف متوجہ
کر لیا ہے۔ اور ان کی عزت و قار کا سکھ اتواہم عالم کے دلوں پر گرجا
اُبھرا ہوا ہے۔

اصلاح معاشرت حسینیت ہی کے نام پر جس قدر اصلاح معاشر

ہے۔ مذہب کے نام پر اصلاح غیر مذاہب لازم ہوں گے نئے غیر ذوق
ہے۔ فطانت، نازیت، سامراج، جمہوریت، اشتراکیت، کمیونزم
انارکزم، وطنیت، قومیت، رنگ، روپ، زبان، ملکی قوانین، سب
میں کشمکش حیات ناگزیر ہے ماہر کسی چیز پر ان میں سے سب کا اتفاق
ناممکن ہے۔

سچ تمدن کی الٹ پھیر سے کبھی جراثیم داخل تہذیب و تمدن
ہوتے ہیں، کبھی وہی جرم و بربریت، و خلاف تمدن ہو جاتے ہیں۔
لیکن حسینیت و مظلومیت وہ لازوال و محکم ترین عزت ہے
جس میں نزاع و تصادم کشمکش کا شائبہ نہیں ہے۔

دنیا جب تک قائم ہے مظلومیت سے ہمدردی، محبت، عزت
قائم رہے گی یہ اصلاح معاشرت کا پرزور ذریعہ ہے۔

حسینیت کا وہ عزم و قار ہے کہ واقعات شہادت کے صحیح
جانتے والے آج بھی اس عزت کے الٹ آگے ٹھک جاتے ہیں،

جیسے اُن کے نانا کبھی کبھی لو اسہ کو خوش کرتے کے لئے پیٹ پر سوار کر کے جھک جاتے تھے، جاں نثاران حسین کی تہذیب و تمدن و معاشرہ کو تار و پود میں پڑھو تو معلوم ہو گا کہ وہ اخلاق و تہذیب کے مجسمہ خود آئندہ نسلوں کے لئے اصلاح معاشرت کی معلم ہے۔

قوم کی ہر دفعہ زبانی | کا اساس بھی مظلومیت، خیر خواہی، انصاف، فداکاری کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ یہی وہ چیزیں ہیں جو براہ راست ہر مذہب، ہر قوم، ہر ملک، ہر انسان سے ہمدردی و محبت کی اپیل کرتی ہیں۔

حسین کی مظلومیتوں کے دفاتر اُلٹتے جاؤ ہر مظلومیت کے سبق میں انسانیت کے جذبات میں غلام خیز طوفان برپا ہو گا۔

زندگی کے مسائل حل کرنے کا سبق | ضروریات زندگی میں حقیقی کمی ہو اور جس قدر ذاتی

ضروریات انسان کے کم ہوں۔ ساتھ ہی عام انسانوں کے ضروریات کی وسعت کو سمجھے اور نوعی ضروریات کی فراوانی کو اپنی ضروریات پر مقدم قرار دے، اُسی قدر وہ شخص اپنے مسائل زندگی کو آسانی سے حل کر سکتا ہے۔ امام حسینؑ نے اپنی ادنیٰ حیوانی ضروریات کو ختم کر کے اور بنی نوع کی ضروریات کی فراوانی و وسعت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی زندگی کے ہر شعبہ کی مشکلات کو اس طرح سے حل کر لیا کہ عقلیں حیران رہ جاتی ہیں جن محبوب چیزوں کے تلف ہونے کو

انسان مصیبت و تکلیف سمجھتا ہے۔ اُسکے سامنے پیپرہ و شکن ساٹا
 ہمیشہ آتے رہتے ہیں۔ امام حسینؑ نے اپنی قوت برداشت و تحمل و صبر
 سے محبوب ترین اشیاء کے تلف ہونے کو اپنے لئے آسان سمجھ لیا تھا
 اسلئے نرزہ خیز و زلزلہ انگیز مشکلات کا بسوہلت خاتمہ کر دیا۔

محمولی شکایاتوں کا ذکر بھی کیا ہے، امام حسینؑ
وسیع النظری نے بڑی ہی بڑی ناقابل عفو شکایات کو بھاری
 خاموش قبر رسولؐ کے مجاورین بیٹھے۔ ولید کی گستاخانہ ظلم و اہوان
 کی جرات و گستاخانہ بے ادبی، حر کی راہ کو فرس فراحت لگانا،
 فرات سے خیموں کا اکھارا جانا۔ دشمنوں کی سخت کلامیاں سہہ میرا
 تاکہ یزید سے مصالحت کا دروازہ کھلا رہے، اور بار بار یزید سے
 براہ راست گفتگو، یا حدود مملکت سے نکل جانے کی خواہش فرماتے
 رہے۔ وسیع النظری سے اس لئے کام لیا تاکہ شایموں اور کوفیوں
 کی یہودی ہوا اور قتل حسینؑ کے اس بدنام داغ جن سے ابد تک
 لعنت میں سب گرفتار ہوئے بچالیں، اور بار بار سب کو غلام نہ بھجاتے
 رہے، حتیٰ کہ قاتل تک کو آخر وقت قتل سے یہ بکھر دیا کہ میں چند منٹ
 کا اب کثرت جراحات کی وجہ سے ہمان ہوں، میرے خون سے اپنے
 ہاتھ رنگ کر ابدی رسوائی نہ مول لے یہ کیا عالم میں اس وسعت نظری
 و خیر خواہی کی نظیر ممکن ہے؟

حسبر کاسبق اسبر و استقلال و بہت و اثبات و قربانی کے

بیکر امام نے یکساں وقت جن مصائب و شداید میں مجیر العقول صبر و استقلال سے کام لیا، تاریخِ نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

کیا ہر انسان امام کے اس علمی سبق سے نہیں سمجھ سکتا کہ ہر اصولی کامیابی کے لئے کائنات کی بڑی ہی قوت انسان کے مقابلے میں اس قوت و مردانگی سے ثبات و استقلال کا مظاہرہ نہیں کر سکتی۔ حصولِ مقصد میں تمام رکاوٹیں انسانی صبر و استقلال کے مقابلے میں مغلوب کیجا سکتی ہیں۔

اب دیکھو علوی تعلیم کی روشنی میں حسینی علی تعلیم کی قوت و تاثیر کو قرار کرنا جو کہ جو علیؑ نے فرمایا حسینؑ نے اس کو عمل کر کے دکھایا۔ اس لئے مانتا پڑے گا کہ علیؑ و آل علیؑ وہ مقدس اور فوق العادہ ہستیاں ہیں جو انسان کی زمہبری و پیشوائی کے لئے بہترین ذاتیں ہیں۔ انھیں نے انسان کو فاسقہ زندگی سمجھایا، اور اُسی کی قوی و علمی تعلیم دی، اور پیشوائے عالم بننے کا استحقاق پیدا کیا۔

مبارک ہیں وہ قومیں جو علیؑ و آل علیؑ کی تعلیمات پر صبح اور اور بے لاگ غور کریں، اور ان پر عمل کر کے انسانیت کی زندگی اختیار کریں۔

حکیم الامتہ علامہ ہندی
بی ۱۹۲۹ء

